

حنفی اصول الحدیث

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی *

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم ”مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ“ (۱) صدق اللہ العظیم
اس کائنات ارضی و سماوی میں جب سے انسان کا وجود پایا جاتا ہے، علم کا تصور بھی اس کے ساتھ وابستہ
ہے۔ کہ آدم کی اپنے ہاتھوں تخلیق کے فوراً بعد اللہ نے اسے کائنات اور اس میں پائی جانے والی چیزوں کے
ناموں اور خصوصیات کا علم دیا اور پھر فرشتوں پر اس کی برتری اسی علم کی بنیاد و اساس پر ہوئی۔

گویا انسان کی فطرت اور اس کی جبلت میں یہ بات لکھ دی گئی کہ ایک جانب یہ کائنات میں غور فکر
کرے، نت نئے نتائج و مشاہدات سے گذرے اور اس نتیجے میں ظاہر ہونے والے علوم سائنسی اور عقلی علوم
کہلائیں گے اور دوسری طرف وہ اپنے معبود برحق کو پہچاننے کی کوشش و سعی کرے اور اس کے لیے علوم نبوت
اور علوم الوہی کا سہارا لے جن کے نتیجے میں علوم نقلیہ یا علوم دینیہ ظہور پر آئیں علوم عقلیہ یا نقلیہ پر اپنے اندر
انواع و اقسام کا بیش بہا سمندر رکھتے ہیں اور ان سمندروں میں ہیرے جواہرات اور یواقت پائے جاتے ہیں
اور انسانوں میں مختلف علمی صلاحیت اور قابلیت کے لوگ ہوتے ہیں کچھ وہ ہوتے ہیں جو اس سمندر کے
کناروں پر کھڑے ہو کر اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اس کی موجوں سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ کچھ ذرا
اور ہمت کرتے ہیں اور کم گہرے پانی میں چلے جاتے ہیں کچھ وہ ہوتے ہیں جو سطح آب پر تیرتے رہتے ہیں اور
کچھ باہمت لوگ وہ ہوتے ہیں جو اس سمندر میں باقاعدہ غوطہ زنی کرتے ہیں اور سمندر کی تہ میں چھپے ہوئے
موتی اور جواہرات ڈھونڈ کر لاتے ہیں۔ بعض اوقات ایک ایک موتی کی تلاش میں عمریں صرف ہو جاتی ہیں۔

• اسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

اصول حدیث - آغاز و ارتقاء

علوم کے اس بحر بے کنار میں، فنون کی اس امتناہی دنیا میں اور معلومات کے اس تاحد نگاہ عالم میں حدیث کو جو عظمت، اہمیت اور قدر و منزلت حاصل ہے وہ ایک جانب بے مثل و بے عدیل اور دوسری طرف مقبول انسانی کو حیران کر دینے والی ہے۔

کبھی محدثین نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال اور آپ کی تقریرات کو جمع کرنے میں منہمک و مشغول ہیں اس کے لیے سفر کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں کبھی ان کی تدوین و ترتیب کا کام ہو رہا ہے اور انہیں موضوعاتی ترتیب سے مرتب کیا جا رہا ہے۔ اور کبھی محدثین قبول و رد روایت کے لیے معیارات اور اصول و قواعد منضبط کر رہے ہیں۔

کہیں مفسرین آیات قرآنیہ کی تفسیر کے لیے احادیث کی تلاش میں ہیں کہیں عارفین و صوفیاء تربیت نفس کے حوالہ سے احادیث کی جستجو میں ہیں اور کہیں فقہاء عبادات و معاشرت کے مسائل میں رہنمائی کے لیے ذخیرہ حدیث میں غوطہ زنی کر رہے ہیں۔

متون حدیث کی جمع و ترتیب کا سلسلہ تو نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہی شروع ہو گیا تھا لیکن حدیث کے قبول و رد کے پیمانے اس وقت بنائے گئے جب حضرت عمر فاروق کی شہادت کے بعد بقول سعید بن زید امت میں ایسا شگاف پڑ گیا جو قیامت تک پر نہ ہوگا۔ (۲)

افراد امت رخص و خروج کے فتنوں سے متاثر ہو کر دو انتہاؤں پر پہنچ گئے ہیں اور یہی وضع حدیث کا نقطہ آغاز تھا اس فتنہ کا بانی مہلب بن ابی صفہ تھا۔ چنانچہ اس فتنہ کے سراٹھاتے ہی علماء امت، رجال الحدیث اور شیوخ اس جانب متوجہ ہوئے کہ صحیح اور غیر صحیح میں خط امتیاز کھینچا جائے احوال روایت و رواۃ پر شدید تحقیق کی جائے اور اس تحقیق کے بعد روایت کے مقام کو واضح اور متعین کیا جائے چنانچہ اس ضمن میں تحقیق کے تین نتائج سامنے آئے:

۱۔ قبول روایت: وہ روایات جو جرح و تعدیل کے معیارات میں پوری اتریں انہیں قبول کر لیا گیا۔

۲۔ تردید روایت: وہ روایات جن میں شدید تقمیر پایا گیا ان کو بالکل رد کر دیا گیا۔

۳۔ توقف: بعض ایسی روایات تھیں جو جرح و تعدیل کے اعلیٰ ترین یا اداہنی معیارات میں سے کسی معیار کی نہیں تھیں بلکہ ان کے درمیان تھیں، ان کے متعلق توقف سے کام لیا گیا۔

احادیث کی جمع و تدوین کا سلسلہ تو نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے شروع ہو چکا تھا، اور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد یہ علم آئندہ نسلوں کو منتقل کرنے کے انتظامات بھی کئے جا رہے تھے، لیکن جرح و تعدیل کے معیارات اور صحیح و تقیم کے امتیازات دوسری صدی ہجری میں قائم ہونا شروع ہوئے اور اس سلسلہ میں شعبہ، امام مالک، عہد، ہشام، دستوانی بہ اول دستہ کی حیثیت رکھتے ہیں جن کی قیادت میں ابن المبارک، ہشام، ابن عیینہ، یحییٰ بن سعید اور ان کے تلامذہ علی بن المدینی اور یحییٰ بن معین نے علوم حدیث کے سلسلہ میں حظ و افراد اکیلا تیسری صدی ہجری کے علماء میں امام احمد بن حنبل اور آپ کے طبقہ کے دیگر محدثین کے علاوہ آپ کے تلامذہ امام بخاری، امام مسلم، ابو زرعہ رازی نے علوم حدیث کو ترقی دی جسے ان حضرات کے تلامذہ ارشد ترمذی اور نسائی نے آگے بڑھایا۔ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں قائم کردہ ان بنیادوں پر ایک عظیم الشان عمارت تیسری ہجری کے اواخر اور اوائل چوتھی صدی ہجری میں قائم کی گئی۔

متون احادیث کو تحریری شکل میں جمع کرنے اور سند و متن حدیث پر مشتمل کتب کی تالیف کے سلسلہ کا آغاز زمانہ ابتدائی میں ہو چکا تھا لیکن اصول و کلیات حدیث پر تصنیف و تالیف کا سلسلہ چوتھی صدی ہجری میں قائم ہوا۔ ابن حجر کے مطابق اصول و مصطلحات حدیث پر سب سے پہلی تصنیف قاضی ابو محمد الحسن بن عبدالرحمن بن خالد امیر منری م ۳۶۰ھ / ۹۷۰ء کی ہے جو الحدیث الفاصل بین الراوی والواعی کے نام سے معروف ہے۔ اصول و مصطلحات حدیث پر تصنیف و تالیف کی یہ اولین کوشش تھی لیکن بقول ابن حجر اپنے موضوع پر حاوی نہ تھی۔ قاضی ابو محمد کے بعد اس سلسلے میں امام حاکم ابو عبد محمد بن عبداللہ نیشاپوری م ۴۰۵ھ / ۱۰۱۴ء نے قلم اٹھایا اور معرفت علوم الحدیث کے نام سے علوم و اصول حدیث پر ایک کتاب تالیف کی! ہمیں۔ یہ کتاب اُن چھاپے موضوع کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے لیکن ترتیب و تدوین سے خالی ہے۔ حاکم کی اس کتاب کے بعد خطیب بغدادی م ۴۶۳ھ / ۱۰۷۰ء نے علوم و مصطلحات حدیث کے میدان میں قدم رکھا۔ بغدادی نے قوانین روایت پر ایک جامع تصنیف کتاب الکفایۃ فی علم الراویۃ تصنیف کی۔ اصول حدیث پر خطیب بغدادی کی کتب کا یہ عالم ہے کہ بقول ابو بکر ابن نقطہ بغدادی کے بعد کے تمام محدثین اس کی کتب سے

اہل و عیال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (۳)

اصول و کلیات حدیث پر تصنیف و تالیف کے سلسلہ کا اس طرح آغاز ہوا جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

علوم الحدیث سے استفادہ کی شکلیں

علوم الحدیث پر تحقیقات و تصنیفات کا سلسلہ جاری تھا اس سے استفادہ کیا جا رہا تھا۔ محدثین ان معیارات سے حدیث کی صحت و ضعف کے متعلق فیصلے کر رہے تھے اور ان فیصلوں کے مطابق اپنی کتب مرتب کر رہے تھے، دوسری جانب فقہاء اور اصولیین ان سے مسائل کا استنباط کر رہے تھے، مسائل کے اس استنباط میں جہاں حدیث کے الفاظ اور متن پر غور کیا جاتا وہاں حدیث کی سند کو بھی پرکھا جاتا اور یہ جانچا جاتا کہ باعتبار سند حدیث کس مقام پر فائز ہے اور اس سے مستنبط ہونے والے مسئلہ کا کیا درجہ اور مرتبہ ہے، چنانچہ فقہاء نے ایک جانب محدثین کے مرتب کردہ اصول حدیث سے استفادہ کیا تو دوسری طرف استنباط مسائل کے حوالہ سے مزید اصول و قواعد وضع کئے۔

اس وقت ہمارا موضوع بحث فقہاء کے یہی اصول حدیث عموماً اور امام ابوحنیفہ کے اصول حدیث خصوصاً ہیں۔ فقہاء کے اصول حدیث پر اور پھر حنفی اصول الحدیث پر بحث ہوگی۔

امام ابوحنیفہ کے محدثین اساتذہ

امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جبکہ صحابہ کرامؓ ایک ایک کر کے اس دار فانی سے کوچ کر رہے تھے یہ وہ نازک دور تھا جبکہ علوم نبویہ کے ورثاء ان علوم کو دوسری نسل میں منتقل کرنے کا فریضہ ادا کر رہے تھے۔

ایک جانب علوم نبوت دوسری نسل میں منتقل ہو رہے تھے اور دوسری جانب ان کی ترتیب و تدوین پر توجہ دی جا رہی تھی علوم نبوت میں حدیث کو جو عظیم اور بنیادی مقام حاصل تھا اس کے پیش نظر احادیث کے ذخروں کو جمع کیا جا رہا تھا اور دو قبول روایت کے اصول مرتب کئے جا رہے تھے۔ اصول الحدیث کی خدمت سرانجام دینے والوں کا ہر اول دستہ ابھی اپنے کام میں منہمک تھا کہ امامؑ نے اس دنیا میں آنکھ کھولی۔ امام ابوحنیفہ عہد

طفولیت کے بعد جب استفادہ اور طلب علمی کی عمر کو پہنچے تو کوفہ میں بہت سے محدثین اور فقہاء بقیہ حیات تھے اور ان کی علمی مجلسوں اور درس و تدریس کی وجہ سے کوفہ کو علمی حیثیت حاصل تھی۔ طالبان و تشنگان علم دور دور سے رخت سفر باندھ کر و فہ آتے، محدثین اور فقہاء سے استفادہ کرتے اور وطن مالوف لوٹ جاتے۔

ابو حنیفہ کا تعلق ایک متمول گھرانہ سے تھا آپ کے باپ دادا کپڑے کی تجارت سے وابستہ تھے جو اس زمانہ کی بڑی منافع بخش تجارتوں میں شمار ہوتی تھی۔ امام کو بھی تجارت ورثہ میں ملی اور آپ نے یہ شغل اختیار کیا لیکن آپ علماء و محدثین کی مجالس میں حاضر ہوتے آپ کی اصابت فکر کو دیکھتے ہوئے امام شعمی نے آپ کو تحصیل علم پر آمادہ کیا اور آپ نے اپنی تجارتی مصروفیات کو کم کیا اور حصول علم کی جانب متوجہ ہوئے اور بقول کی جاہلیت سے ظہر تک کا وقت بازار میں گزارتے اور اس سے پہلے اور بعد کا وقت حصول علم میں جبکہ ہفتہ کا روز خانگی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مخصوص تھا۔ (۴)

پیشہ تجارت نے آپ کو مختلف اذہان و فکر اور متنوع صلاحیتوں کے لوگوں سے ملنے جلنے اور ان کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات معلوم کرنے کا موقع دیا اور اس کے ذریعہ آپ نے عام معاشرہ کی روایات اور تہذیب و ثقافت کے بارے میں دسترس حاصل کی جو بعد میں آپ کی فنی اور فقہی زندگی میں آپ کے کام آئی، یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفیہ میں معاشرتی عوامل و روایات اور تمدن و تہذیب کی اقدار کا قرآن و سنت کی حدود میں جس قدر لحاظ ہے دوسرے فقہاء کے ہاں یہ بات کم آتی ہے۔ اس پس منظر میں آپ نے حسب ذیل محدثین سے استفادہ کیا۔ شرعی اور دینی علوم میں استفادہ کا آغاز آپ نے علم حدیث میں استفادہ ہی سے کیا۔ ابن عبد اللہ کے مطابق آپ نے ۹۶ھ میں پہلا حج کیا اور اسی حج میں صحابی رسول ﷺ کی زبانی یہ حدیث سنی:

”من تفقه فی دین اللہ کفاه اللہ ہمہ و رزقہ من حیث لا یحتسب“

جس نے اللہ کے دین میں فقابت پیدا کر لی اللہ اس کے رزق و غم میں کافی ہے اور اس کو ایسے مقام سے رزق دیکر جہاں سے اس کو کمان بھی نہ ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد انرا می کو سن کر علوم دینیہ کے حصول کی تڑپ پیدا ہوئی اور آپ نے علم حدیث سے دینی علوم میں استفادہ کا سلسلہ شروع کیا۔ (۵)

سب سے پہلے آپ نے امام شعمی سے حدیث میں استفادہ کیا امام ذہبی کے متعلق لکھتے ہیں

”وہو اکبر شیخ لابی حنیفہ“ (۶)

کو ذہنی کو علم حدیث میں جو مقام حاصل تھا اس کے متعلق امام ذہبی نے امام عبداللہ بن عون البصری (م: ۱۵۱ھ) اور عاصم احول کے اقوام نقل کئے ہیں۔ (۷)

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

حضور انور کے صحابہ کے بعد لوگوں میں محدث کی حیثیت سے صرف دو ہیں، شععی اور ثوری۔ (۸)

علم حدیث میں جس شخصیت سے آپ نے سب سے زیادہ استفادہ کیا وہ حماد بن سلیمان (م: ۱۲۰ھ) کی شخصیت ہے۔ تاریخ بغداد کے مطابق آپ نے اٹھارہ سال تک حماد سے استفادہ کیا اور حماد کی وفات کے بعد آپ کی مسند درس سنبھالی۔ (۹) شیخ حماد سے اس استفادہ کے دوران آپ نے سفر حج بھی کئے اور اسی دوران حجاز کے علماء و مشائخ سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی اور ان کے اصحاب و تلامذہ کی فقہ پر دسترس حاصل کی۔ امام محمدؒ کی کتاب الآثار کی بیشتر روایات عن ابی حنیفہ عن حماد عن ابراہیم کی سند سے نقل کی گئی ہیں۔

حافظ ذہبی کے مطابق آپ نے حافظ شیبان اور حکم بن عتیبہ سے حدیث میں کسب فیض کیا۔ (۱۰)

حدیث و فقہ میں ان جلیل القدر اساتذہ سے کسب فیض کرنے سے ابوحنیفہ کی شخصیت میں محدثانہ اور فقیہانہ رنگ نظر آنے لگا۔ ایک جانب آپ کو علم کلام پر عبور حاصل تھا، آپ تجارت کے پیشہ سے وابستہ تھے اور دوسری طرف علم حدیث اور فقہ میں استفادہ نے آپ کی شخصیت میں وقت نظر پیدا کر دی، آپ ہر معاملہ کو، ہر مسئلہ کو بہت گہرائی تک دیکھتے، امکانی حد تک اس میں غور و فکر کرتے، قرآن و سنت سے اس کے متعلق دلائل و شواہد تلاش کرتے اور پھر کوئی فیصلہ فرماتے، یہی وجہ ہے کہ آپ کا استنباط، آپ کا نتیجہ فکر اور حاصل تحقیق جہاں ایک جانب قرآن و سنت سے قریب ہوتا تھا، قرین عقل و قیاس بھی ہوتا تھا۔ جہاں ایک جانب قرآن و سنت کے مطابق ہوتا تھا وہاں معاشرہ، تہذیب اور تمدن سے زیادہ فاصلہ پر نہ ہوتا تھا۔

استنباط مسائل قرآنی آیت سے ہو یا فرمان نبوی ﷺ سے آپ کا ایک خاص انداز و اسلوب تھا اور اسی انداز و اسلوب کے نتیجے میں قرآن کریم سے استنباط مسائل کے بھی اصول و قواعد سامنے آتے ہیں اور حدیث سے اخذ مسائل کے بھی بنیادی اور اساسی اصول نظر آتے ہیں۔

حنفی اصول حدیث سے بحث سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ اس بات پر بحث کی جائے کہ امام ابوحنیفہ کی نظر میں اخذ و استنباط مسائل میں حدیث کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔

حنفی اصول اجتہاد میں حدیث کا مقام و مرتبہ

امام ابوحنیفہ کے اصول اجتہاد پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ حدیث یا سنت رسول ﷺ ان کے اصول اجتہاد میں، اخذ مسائل اور استنباط میں دوسری اصل ہے، اس سلسلہ میں خود امام ابوحنیفہ یہ وضاحت کرتے ہیں، جب کوئی مسئلہ نہ کتاب اللہ میں ملے، نہ سنت رسول ﷺ میں تو میں اقوال صحابہ پر غور کرتا ہوں اور اقوال صحابہ کے سامنے کسی کے قول کو قابل اعتناء نہیں سمجھتا۔ (۱۱)

ابن عبد البر کی نقل کردہ امام ابوحنیفہ کی اس تصریح سے یہ بات سمجھ آئی کہ استنباط مسائل میں سب سے پہلی اساس و بنیاد کتاب اللہ ہے اور کتاب اللہ کے بعد دوسری بنیاد اساس سنت رسول ﷺ ہے البتہ ابوحنیفہ نے قرآن و سنت کے درمیان یہ فرق و امتیاز ملحوظ رکھا ہے کہ چونکہ ثبوت و استدلال کے اعتبار سے سنت کا درجہ قرآن کریم سے مؤخر ہے اس لیے استدلال و استنباط احکام میں دونوں کے درمیان موجود اس مسلمہ فرق کو ملحوظ رکھا جائے گا چنانچہ امام ابوحنیفہ قرآن کا حکم فرض سنت کا واجب اور نواہی میں قرآن کی ممنوع چیز حرام اور سنت سے منع شدہ چیز مکروہ تحریمی۔

اپنے اصول اجتہاد میں امام ابوحنیفہ منصوصاً کو ایک خط میں تحریر کرتے ہیں

”میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے رجوع کرتا ہوں، وہاں مسئلہ کا حکم نہیں ملتا تو سنت رسول میں تلاش کرتا ہوں، وہاں بھی ناکامی ہوتی ہے تو خلفاء راشدین کے فیصلے اور ان کی آراء دیکھتا ہوں۔“ (۱۲)

درجہ بالا دونوں تصریحات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سنت یا حدیث کا درجہ قرآن کریم کے فوراً بعد تھا۔ قرآن اور سنت کے درمیان وہ کسی چیز کو مصدر قانون سمجھتے تھے نہ کسی چیز سے اخذ و استنباط مسائل کرتے تھے بلکہ بقول ابو زہرہ امام ابوحنیفہ حدیث متواتر اور مشہور کو تو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ اس کے ذریعہ کتاب اللہ کے حکم میں تخصیص اضافہ کرتے تھے۔ چنانچہ کتاب اللہ میں زانی کے لئے سو کوڑے کی سزا کا ذکر ہے جو عام ہے زانی محسن (شادی شدہ) ہو یا غیر محسن (غیر شادی شدہ) لیکن حدیث کی رو سے امام ابوحنیفہ نے یہ اضافہ کیا کہ شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہوگی۔ (۱۳)

حدیث سے استنباط کا طریق

حدیث یا سنت سے استنباط احکام کے امام ابوحنیفہ کے وہی اصول ہیں جو کتاب اللہ میں استنباط احکام کی بنیاد و اساس ہیں یعنی احکام کی نوعیت کبھی خاص ہے کبھی عام کبھی مطلق ہے اور کبھی مقید، کبھی مشتک ہے اور کبھی مؤول، البتہ حدیث کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ نے کچھ ایسے معیارات بنائے ہیں جو ان کو محدثین کے معیارات نقد اور دیگر فقہاء کے معیارات نقد سے بھی نمایاں اور ممتاز کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کے معیارات نقد پر غور کریں اور دوسری جانب ان کے اصول اجتہاد میں حدیث و سنت کی عظمت و حجیت کو دیکھیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک طرف ابوحنیفہ قبول حدیث کے معاملہ میں اپنے معیار کو پست نہیں ہونے دیتے اور دوسری طرف حدیث کو چھوڑ کر اور حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کرنا بھی گوارا نہیں کرتے حتیٰ کہ ضعیف حدیث، مرسل روایت یا آثار صحابہ بھی ان کے نزدیک قیاس سے راجح ہیں۔ (۱۳)

• احکام حلال و حرام میں نقد حدیث

امام ابوحنیفہ کسی حدیث پر جرح و تعدیل اور اس کی قبولیت کے لئے کوئی میزان و معیار قائم کرنے سے قبل اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ اس سے مستنبط ہونے والے احکام کی نوعیت کیا ہے، اگر مستنبط ہونے والا حکم احکام حلال و حرام سے تعلق رکھتا ہے یا کسی چیز کو فرض یا واجب قرار دیتا ہے تو معیار و میزان ذرا سخت رکھا جاتا ہے اور اگر سے مستنبط ہونے والا مسئلہ فضائل و محاسن یا سنن و مستجاب سے تعلق رکھتا ہے تو معیار و میزان میں قدرے نرمی کر دی جاتی ہے۔

اس ضمن میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اصولیین کے نزدیک خواہ حدیث کے اصولیین ہوں یا فقہ کے، بنیادی اور اساسی طور پر حدیث کی تین قسمیں ہیں:

(۱) متواتر (۲) مشہور (۳) اخبار احاد

حدیث کی ان اقسام کی تعریف اور ان کی ذیلی اقسام کی بحث سے احتراز کرتے ہوئے یہ بات دوسرے مرحلہ پر سمجھنا ضروری ہے کہ اصولیین کے نزدیک حدیث متواتر سے علم یقینی کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جبکہ خبر مشہور کے متعلق بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مشہور خبر بھی اخبار احاد کی طرح مفید ظن ہوتی ہیں جبکہ فقہ حنفی میں بھی اس

میں علماء کی دورانی پائی جاتی ہیں۔

(الف) مشہور احادیث بھی متواتر کی طرح ہیں، ان سے علم یقینی حاصل ہوتا لیکن یہ علم بطریق استدلال ہوتا ہے مشاہدہ کی طرح کا نہیں ہوتا۔

(ب) مشہور احادیث باعث اطمینان نہیں گویا ان سے حاصل ہونے والا علم نہ اخبار احاد کی طرح ظن ہے اور نہ متواتر سے حاصل ہونے والے علم کی طرح قطعی اور یقینی۔

اس سے نتیجہ نکالا کہ دراصل علم یقینی کے حنفی فقہاء کے ہاں تین مراتب ہیں۔

(۱) وہ علم یقینی جو قرآن کریم کی کسی آیت سے ہوتا ہے اعلیٰ درجہ کا علم یقینی ہے۔

(۲) وہ علم یقینی جو خبر مشہور سے حاصل ہوتا ہے یہ علم بھی اگر چہ یقینی ہوتا ہے لیکن اس درجہ کا نہیں جس درجہ کا علم یقینی قرآن کریم سے حاصل ہوتا ہے۔

(۳) وہ علم یقینی جو خبر مشہور سے حاصل ہوتا ہے یہ ظن سے کچھ بڑھ کر اطمینان کی کیفیت پیدا کرتا ہے، یہ وجہ ہے حنفی اصول میں مشہور حدیث کی بناء پر زیادہ علیٰ کتاب اللہ جائز ہے لیکن اخبار احاد سے زیادہ علیٰ کتاب اللہ یا کتاب اللہ کے مطلق حکم مقید نہیں کیا جاسکتا۔

یہی اصول تکلیف احکام میں بھی کارفرما نظر آتا ہے کہ احکام میں وجوب یا نواہی میں تحریم علم یقینی کے ذریعہ سے تو ہو سکتا ہے، علم ظنی کے ذریعہ سے نہیں، البتہ محاسن و فضائل اور سنن و مستحباب میں چونکہ تکلیف شرعی کم درجہ کی ہے اس لئے وہ روایات جو علم ظنی پیدا کرتی ہیں، یعنی اخبار احاد کو بھی معتبر اور دلیل تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم حنفی اصول الحدیث پر بحث کرتے ہیں اور ضمناً دیگر فقہاء کے اصول حدیث سے ان کا موازنہ کر کے یہ بات جاننے کی کوشش کریں کہ حنفی اصول الحدیث کے امتیازات کیا ہیں۔

حنفی اصول الحدیث

امام ابو حنیفہ کے قول و رد حدیث میں کچھ اصول ہیں اور ان اصولوں کو محدثین کے ہاں معتبر سمجھا جاتا ہے اور روایت کے بارہ میں امام ابو حنیفہ کی رائے کو احترام سے دیکھا اور قبول کیا جاتا ہے اس لئے چند شہادتیں پیش ہیں۔
امام ترمذی نے العلیل الصغیر میں حکیمی بن الحمانی کے حوالہ سے جابر الجعفی کے متعلق کے ابو حنیفہ کا قول نقل کیا ہے (۱۵) اسی طرح حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں زید بن عیاش کے بارے میں ابو حنیفہ کی

رائے نقل کی (۱۶) یقینی نے المدخل میں ثوری کے متعلق ابوحنیفہ کا قول نقل کیا ہے اس طرح کی بہت سی شہادتیں اسماء الرجال کی کتب سے جمع کی جاسکتی ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ ائمہ اسماء الرجال کے نزدیک محدثین اور راویان حدیث کے متعلق ابوحنیفہ کی رائے کو وقعت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ (۱۷)

(۱) علامہ حضری بک کے مطابق فقہاء اصولیین جن میں احناف فقہاء بھی شامل ہیں کے نزدیک متواتر کی تین شرائط ہیں۔

(الف) روایت کی تعداد ہر طبقہ میں اس قدر ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن نظر آئے۔

(ب) جو بات نقل کی جا رہی ہے وہ عقل کے خلاف نہ ہو۔

(ج) لوگ ذاتی مشاہدہ یا ذاتی سماع کی خبر دیں۔ (۱۸)

ان میں سے پہلی اور تیسری شرط اصولیین حدیث نے بھی بیان کی ہے جبکہ خلاف عقل نہ ہونے کی شرط کا اضافہ اصولیین فقہاء نے کیا ہے۔

(۲) طرق تحمل حدیث و صیغ اداء میں اصول:

صدر اول کے محدثین جن میں زہری، امام مالک، ابن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان اور حجاز و کوفہ کے دیگر محدثین شام ہیں کے نزدیک لفظ خبرنا، سمعت عن، انبانا یا حدثنا سے روایت نقل کرنے میں کسی فرق کو ملحوظ نہیں رکھا گیا امام ابوحنیفہ بھی اسی کے قائل ہیں اسی طرح ایک مجموعہ حدیث استاد شامی کے سامنے تلاوت کر کے اجازت دے یا شامی استاد کے سامنے تلاوت کر کے اجازت حاصل کرے اس ضمن میں امام مالک، حجاز و کوفہ کے اکثر محدثین و فقہاء کے نزدیک دونوں شکلیں برابر ہیں البتہ امام ابوحنیفہ اور ابن ابی ذئب شامی کے استاد کے سامنے قرأت کو ترجیح دیتے ہیں کہ سماع میں غلطی کا امکان قوی اور غلطی کی اصلاح کا امکان ضعیف ہوتا ہے جبکہ شیخ کے سامنے تلاوت کی صورت میں غلطی کا امکان کم اور غلطی ہو جانے کی صورت میں فوری اصلاح ہو جاتی، (۱۹) تدریب الراوی اور المدخل میں علامہ سیوطی نے علی بن ابراہیم کے حوالہ سے ابن جریر عثمان بن اسود، حنظلہ بن ابی سفیان، سفیان ثوری، بشام اور ابوحنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

قرأتک علی العالم خیر من قرأه العالم علیک (۲۰)

طرق تحمل میں محدثین کے ہاں مناولہ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جس کے معنی ہیں کہ کوئی شیخ حدیث کا

کوئی تحریری مجموعہ اپنے تلمیذ کو ان روایات کے نقل کرنے کی اجازت کے ساتھ دے دے اس صورت میں تلمیذ کو ان روایات کے نقل کرنے کی باتفاق محدثین اجازت ہوتی ہے البتہ اس میں محدثین و فقہاء کا اختلاف ہے کہ مناولہ سے نقل کردہ احادیث کا درجہ استاد سے سنی ہوئی حدیث کے برابر یا کم۔ اس ضمن میں زہری، شعبی، ابراہیم نخعی، طاہرہ اور امام مالک کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے جبکہ سفیان ثوری، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک استاد سے سنی ہوئی یا استاد کے سامنے تلاوت کی ہوئی حدیث کا درجہ مناولہ کی حدیث سے اعلیٰ تر ہے۔ (۲۱)

امام مجاہدی نے سلمان بن ابوشعیب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں امام ابویوسف نے یہ املا کرایا کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

”لا ینبغی للرجل ان یحدث من الحدیث الا لجا حفظه من یوم سمعه الی یوم یحدث به“ (۲۲)
 (کسی شخص کے لئے مناسب نہیں کہ وہ حدیث نقل کرے سوائے اس کے کہ وہ اس روز سے جس روز اس نے اپنے شیخ سے سنی تھی اس روز تک جس دن وہ یہ روایت نقل کر رہا ہے پورے عرصہ اس کے حافظہ میں رہے) یعنی کوئی محدث جب کسی محدث سے کوئی حدیث سنے تو اسے اپنے تلامذہ تک نقل کرنے کے دن تک مسلسل یاد رکھنا ہوگی درمیان میں کوئی ایسا زمانہ جس میں اسے یہ حدیث یاد نہ رہی ہونہ گزرنا چاہئے۔

(۳) حدیث تقریری:

عام طور پر محدثین اور فقہاء کے نزدیک کسی صحابی کا یہ کہنا کہ ہم یوں کیا کرتے تھے یا ہمیں فلاں حکم دیا گیا یا فلاں چیز سے منع کیا گیا جبکہ اس بیان میں حضور اکرم ﷺ کے زمانہ یا نبی کریم ﷺ کے حکم دینے یا منع کرنے کی صراحت نہ ہو اس کو حدیث مرفوعہ تقریری میں شمار کیا گیا ہے علامہ آمدی کے مطابق کرنخی اور دوسرے حنفی اصولیین کے نزدیک اس میں دیگر احتمالات بھی موجود ہیں۔ (۲۳)

(۴) خیر و احد کی حجیت کا اصول:

محدثین کے اصول کے مطابق اخبار احاد میں خیر صحیح کے لیے حسب ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ اتصال سند ۲۔ عدالت راوی ۳۔ ضبط راوی ۴۔ علت نہ ہو ۵۔ روایت شاذ نہ ہو۔ (۲۴)

محمد ثین نے صحیح روایت کے لیے پانچ شرائط کو ضروری قرار دیا ہے امام ابو حنیفہ نے ان میں اضافہ بھی کیا اور ضبط راوی کے سلسلہ میں ان کا مؤقف محمد ثین کی نسبت سخت ہے محمد ثین کے نزدیک ضبط کے لیے ضروری ہے کہ راوی پورے ضبط و حفظ اور مکمل اعتماد کے ساتھ روایت نقل کرے خواہ یہ ضبط اسے اپنے حافظ کی بنیاد پر حاصل ہو یا کسی نوشتہ کی وجہ سے جبکہ امام ابو حنیفہ تحریری مجموعہ کے مقابلہ میں راوی کے ضبط صدر کو اہمیت دیتے اور اسے ضبط راوی شمار کرتے ہیں۔ اس ضمن میں امام ابو حنیفہ کا ایک تحریری وثائق کی تفصیلات میں گزر چکا ہے کہ کسی محدث کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ روایت کو سوائے کہ اسے وہ روایت جس دن سے اس نے سنی ہے نقل کرنے تک مسلسل زبانی یاد ہو خود امام ابو حنیفہ کا عمل بھی اسی اصول پر تھا خطیب بغدادی، تبحر بن معین کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”امام ابو حنیفہ صرف وہ حدیثیں بیان کرتے ہیں جن کے وہ حافظ ہیں جن کے وہ حافظ نہیں ہیں وہ بیان نہیں کرتے۔“ (۲۵)

امام ابو حنیفہ کے اس مؤقف کا امام نووی نے تقریب (۲۶) میں حافظ سیوطی نے تدریب (۲۷) اور ابن الصلاح نے مقدمہ ابن الصلاح میں تسلیم کیا ہے اور یہ تبصرہ کیا ہے کہ یہ سختی کا مسلک ہے اور اس معیار پر اگر روایت کو پرکھا جائے تو صحیحین کے بھی نصف سے زائد راوی جن کی روایات کو امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں نقل کیا ہے، اس معیار پر پورے نہیں اترتے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

”ابوزکریا یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے قلم سے لکھی ہوئی حدیث پائے مگر وہ اسے زبانی یاد نہ ہو تو کیا کرے، کہنے لگے کہ ابو حنیفہ تو یہ کہتے ہیں کہ جس حدیث کا انسان حافظ نہ ہو اسے بیان نہ کرے لیکن ہم یوں کہتے ہیں کہ اپنی کتاب میں جو کچھ قلم سے لکھا ہو پائے اسے بیان کر دے چاہے وہ اس روایت کا حافظ ہو یا نہ ہو۔“ (۲۸)

ابو محمد عبد اللہ حارثی امام و کعب کا قول نقل کرتے ہیں۔

نقد وجد الورع عن ابی حنیفہ فی الحدیث مالم یوجد فی غیرہ (۲۹)

(جیسی احتیاط حدیث میں امام ابو حنیفہ نے کی ہے ہم نے کسی دوسرے کو ایسی احتیاط کرتے نہیں دیکھا) راوی کے ضبط کے مفہوم و مصداق میں محمد ثین کی نسبت شدت کے علاوہ امام ابو حنیفہ نے عدالت راوی

کے سلسلہ میں بھی کچھ شرائط کا اضافہ کیا ہے، محدثین کے نزدیک عدالت راوی سے مراد اس کا اسلام، بلوغ اور عقل کی صفات سے متصف ہونا ہے اس سلسلہ میں محدثین کا ہمیشہ اتفاق رہا کہ کافر فاسق کی روایت قابل قبول نہیں ہے البتہ اس میں اختلاف ہے جو لوگ مسلمان ہوتے ہوئے اپنے ایسے مخصوص نظریات کے حامل ہوں جو امت کے عمومی مزاج اور سلف کے نظریات سے ہٹ کر لیں مثلاً خوارج، معتزلہ اور مرجعہ وغیرہ کیا ان لوگوں کے مخصوص نظریات کے باوجود ان کی روایات کو ایک عادل شخص کو روایات قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں۔

اس ضمن میں علماء محدثین و فقہاء کے مختلف اقوال ہیں جن کی تفصیل موجب طوالت ہوگی۔ اس طوالت سے گریز کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ کی رائے ذکر کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ ابوعمصہ نے ان سے دریافت کیا کہا اہل ہواء سے روایت لینے کے بارے میں آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں آپ نے جواباً فرمایا سب سے روایت لے لیا کرو سوائے ان لوگوں کے جن کے عقیدہ کی عمارت نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی تھلیل (گمراہ قرار دینے) پر ہے۔ (۳۰)

گو یا وہ طبقہ جن کے عقائد و نظریات کی بنیاد و اساس صحابہ کرام کو گناہ گار قرار دینا ہے اس طبقہ سے روایت لینے کو امام ابوحنیفہ نے بڑی وضاحت و صراحت اور بے لاگ انداز میں منع فرمادیا، تحقیق کی دنیا میں اس طرح کا بے الگ فیصلہ امام ابوحنیفہ جیسی شخصیت ہی کر سکتی ہے۔ ضبط راوی کے سلسلے میں اس مؤقف کے علاوہ امام ابوحنیفہ نے خبر واحد کی شرائط میں ایک شرط کا اضافہ کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ قبول روایت کے لئے پانچ شرائط کے بعد اس شرط کا بھی اضافہ کرتے ہیں کہ اگر روایت کا تعلق مسلمانوں کو عملی زندگی سے ہو تو ضروری ہے کہ اس کا نقل کرنے والا ایک نہ ہو بلکہ صحابی سے اس کو نقل کرنے والی ایک جماعت ہو اور جماعت بھی نیک اور پارسا لوگوں کی ہو، عبدالوہاب شعرائی لکھتے ہیں۔

قد كان الامام ابو حنيفه يشترط في الحديث المنقول عن رسول الله ﷺ الصحاب جميع اتقياء عن مثلهم وهكذا (۳۱)

(جو حدیث جناب رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو اس کی بابت امام ابوحنیفہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ اس روایت کو متقی لوگوں کی ایک جماعت اس صحابی سے برابر نقل کرتی آئے)

خود امام ابوحنیفہ اس سلسلہ میں وضاحت کرتے ہیں کہ:

”میں کتاب اللہ سے لیتا ہوں اگر اس میں نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ اور ان حدیثوں سے جو ثقات کے ہاتھوں کے ذریعہ شائع ہوئی ہیں پھر اگر یہاں بھی نہ ملے تو آپ کے اصحاب سے جن کا قول چاہتا ہوں اختیار کر لیتا ہوں لیکن جب بات ابراہیم، شععی، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح پر آ پڑتی ہے تو جس طرح ان حضرات نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔“ (۳۲)

اخبار احاد میں تضاد کی صورت میں اصول

یہاں یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ اگر دو اخبار باہم متعارض محسوس ہوں تو ایسی صورت میں امام ابوحنیفہ کا مؤقف اور ان کے اصول کیا ہیں بنیادی طور پر حدیث کے باب میں امام ابوحنیفہ کا مؤقف یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو احادیث کے درمیان تطبیق پیدا کی جائے مثلاً نماز میں بھول جانے کے متعلق تین روایات ہیں کہ نماز منقطع کر دے، تعداد رکعات میں غلبہ ظن پر عمل کرے اور کم تعداد پر عمل کرے امام ابوحنیفہ کا ان روایات کے متعلق مؤقف یہ ہے کہ یہ سب قابل عمل ہیں وہ اس طرح کہ یہ تینوں روایات مختلف اشخاص کے لئے ہیں نماز توڑنے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جسے نماز میں اس قسم کا سہو بہت کم پیش آتا ہے غلبہ ظن پر عمل کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو تھوڑی بہت سوچ کے بعد ایک گمان غالب حاصل کر سکتا ہو اور جو گمان غالب بھی نہ حاصل کر سکے وہ کم تعداد پر عمل کرے لیکن بعض اوقات روایات میں اس طرح کا فرق ہوتا ہے کہ بیک وقت دونوں پر عمل کرنا ممکن نہیں ہوتا ایسی صورت میں امام ابوحنیفہ کا مؤقف یہ ہے کہ اگر ایک روایت کے راوی فقیہ اور دوسری روایت کے راوی غیر فقیہ ہوں تو فقیہ راوی کی روایت کو ترجیح حاصل ہوگی۔ مثلاً امام ابوحنیفہ نے زہری عن سالم عن عبد اللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول روایت کے مقابلہ میں جس میں رکوع میں جاتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں کیونکہ حماد زہری سے بڑے فقیہ تھے ابراہیم سالم سے بڑھ کر عالم فقہ تھے علقمہ کا مقام کسی طرح بھی ابن عمر سے کم نہیں اور عبد اللہ بن مسعود کی جلالت شان اور ان کے تفقہ کا تو ان راویوں میں سے کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (۳۳)

اس ضمن میں امام ابوحنیفہ کا اصول یہ بھی ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں دو اخبار احاد میں سے ایک کسی چیز کو مباح قرار دے رہی ہے اور دوسری اسی چیز کو حرام، تو امام اس روایت پر عمل کرتے ہیں جو اس چیز کو حرام قرار دے رہی ہے اسی طرح اگر ایک ہی واقعہ کے بارے میں راوی کسی امر زائد کی نفی کرے اور دوسرا اثبات تو اگر

نئی دلیل پر مبنی نہ ہو تو انہی کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ (۳۳)

راوی کا عمل

خبر واحد میں امام ابوحنیفہ کا اصول یہ بھی ہے کہ اگر راوی حدیث کا اپنا عمل اس روایت کے خلاف ہو تو امام اس روایت کو قبول نہیں کرتے مثلاً ابو ہریرہ نے روایت نقل کی اگر کتابرتن میں منہ ڈالے تو سات مرتبہ دھو لیکن خود ابو ہریرہ کا عمل یہ تھا کہ وہ تین مرتبہ دھوتے تھے۔ (۳۵)

کتاب اللہ کے عموم کے مخالف روایت کی صورت میں اصول

اگر خبر واحد کتاب اللہ کے کسی عمومی حکم کو خاص یا مطلق کو مقید کر رہی ہو تو خبر واحد کو ترک کیا جائے گا اور کتاب اللہ کے عام یا مطلق حکم پر اس کے عموم و اطلاق کے ساتھ عمل کیا جائے گا۔

سنت مشہورہ کے خلاف روایت کی صورت میں اصول

اگر خبر واحد سنت مشہورہ کے مخالف ہو خواہ سنت قولی کے خلاف ہو یا فعلی کے، اس خبر واحد کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ (۳۶)

(۵) روایت بالمعنی میں اصول:

کسی روایت کو بالمعنی نقل کرنے میں محدثین و فقہاء کا اختلاف ہے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ بعض فقہاء اس کو بالکل ناجائز قرار دیتے ہیں جبکہ جمہور محدثین و فقہاء نے اس اجازت دی ہے بشرطیکہ راوی کے الفاظ اور ان کے مقاصد سے اچھی طرح واقف ہو اور الفاظ کی تبدیلی سے معنی میں پیدا ہونے والی تبدیلی کا بھی بخوبی علم رکھتا ہو۔ (۳۷)

عام طور پر امام ابوحنیفہ کی طرف اسی رائے کو منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ درجہ بالا شرائط کے ہوتے ہوئے روایت بالمعنی کی اجازت دیتے ہیں لیکن ملا علی قاری نے ایک لطیف بات لکھی ہے۔ (۳۸)

ملا علی قاری نے امام طحاوی کی اس روایت کو جو امام ابو یوسف نے املا کرائی تھی جو گذشتہ اوراق میں گذر چکی ہے کہ کسی راوی کے لیے اس وقت تک حدیث نقل کرنا مناسب نہیں جب تک کہ وہ روایت سماع کے دن سے روایت کے دن تک برابر اسے حفظ نہ ہو، اس روایت کو بنیاد بنا کر ملا علی قاری کا مؤقف یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ

روایت بالمعنی کو جائز نہیں سمجھتے تھے کہ روایت بالمعنی میں دوسرے الفاظ کا سہارا راوی اسی وجہ سے لیتا ہے کہ اصل الفاظ حدیث اس کے حافظہ میں محفوظ نہیں رہے البتہ مفہوم اس کے ذہن میں ہے چنانچہ اس مفہوم کو اس نے اپنے الفاظ میں ادا کر دیا جبکہ امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ ایسے آدمی کے لیے روایت نقل کرنا نامناسب ہے جب الفاظ حدیث حفظ نہ ہوں۔ (۳۹)

ملائی قاری کی اس بات کی تائید امام نووی کی اس بات سے بھی ہوتی ہے۔

”اذا وجد سماعه في كتابه ولا يذكره فعن ابي حنيفة و بعض الشافعية لا يجوز

روايته“ (۴۰)

(اگر کسی شخص کی اپنی روایت کردہ حدیث تحریری شکل میں موجود ہو لیکن اسے یہ یاد نہ ہو کہ یہ حدیث اس نے روایت کی ہے کہ تو امام ابوحنیفہ اور بعض شافعی فقہاء اس کو روایت کی اجازت نہیں دیتے)

جب ایک شخص کے پاس تحریری شکل میں اپنی روایت موجود ہے لیکن اس روایت کا سماع اسے یاد نہیں تو امام ابوحنیفہ اس کو نقل روایت کی اجازت نہیں دیتے تو روایت بالمعنی کو اجازت کس طرح دے سکتے ہیں۔

غالباً امام ابوحنیفہ کے نزدیک روایت بالمعنی کی قبولیت کی شرائط بھی اسی قسم کی ہونگی جس قسم کی شرائط خبر واحد کی قبولیت کی ہم گذشتہ اوراق میں بیان کر آئے ہیں اس ضمن میں صاحب منار احمد نسفی کا قول بطور تائید پیش کیا جاسکتا ہے:

والرخصة ان ينقله بمعناه فان محكما لا يحتمل غيره يجوز نقله بالمعنى لمن له بصيرة في وجوه اللغة وان كان ظاهرا يحتمل غيره فلا يجوز نقله بالمعنى الا للفقهاء المجتهدين وما كان من جوامع الكلم او المشكل او المشترك او المجمل لا يجوز نقله بالمعنى للكل

(روایت بالمعنی کی رخصت کے معنی یہ ہیں کہ اگر روایت محکم ہو اور اس میں کسی دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو اور راوی کو لفظ کے تغیر پر پوری بصیرت حاصل ہو اور اگر روایت محکم نہ ہو بلکہ ظاہر ہو اور اس میں کوئی دوسرا احتمال بھی ہو تو صرف فقیہ مجتہد کو تو روایت بالمعنی کی رخصت ہے، دوسروں کو نہیں اور اگر روایت جوامع الکلم میں سے۔ مشکل، مشترک یا مجمل ہو تو کسی کے لئے بھی روایت بالمعنی جائز نہیں)

صاحب منار کی اس تصریح سے اصولی انداز میں روایت بالمعنی کے جواز اور عدم جواز دونوں کے متعلق علم ہو گیا کہ وہ کونسی صورتیں ہیں جن صورتوں میں روایت بالمعنی کی اجازت ہے یا وہ کون لوگ ہیں جو اس رخصت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور وہ کون سی صورتیں ہیں جبکہ روایت بالمعنی کی کسی کو بھی اجازت نہیں۔

حدیث مرسل کے بارے میں اصول

حدیث مرسل کی تعریف یوں کی گئی ہے

”کوئی تابعی چھوٹا بڑا اصحابی کا نام لئے بغیر نبی کریم ﷺ سے منسوب کوئی قول عمل یا تقریر کرنے“۔ (۴۱)

مثلاً امام مسلم نے سعید بن المسیب کی جو کبار تابعین میں شمار ہوتے ہیں روایت نقل کی جس جس میں انہوں نے صحابی کا نام لئے بغیر نبی کریم ﷺ کا قول نقل کیا۔ (۴۲)

یہ مرسل کا وہ مفہوم جو محدثین نے بیان کیا ہے جبکہ فقہاء اور اصولیین کے نزدیک مرسل کا مفہوم زیادہ عام ہے کہ سند میں کسی بھی مقام پر انقطاع روایت کو مرسل بنا دیتا ہے۔ علماء محدثین اور فقہاء کے درمیان مرسل کی حیثیت پر اختلاف ہے محدثین کی اکثریت اور کچھ فقہاء و اصولیین کے نزدیک مرسل اس بنا پر ضعیف و مردود ہے کہ جس راوی کا نام حذف کیا گیا ہے اس کا حال معلوم نہیں اور ایسی روایت جو کسی مجہول الحال راوی سے روایت کی گئی ہو ضعیف و مردود ہوتی ہے بقول علامہ نووی:

حدیث مرسل جمہور محدثین، بہت سے فقہاء اور اصحاب اصول کے نزدیک ضعیف ہے اس کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب مجہول الحال راوی کی روایت اس لئے تسلیم نہیں کی جاتی کہ اس کی صرف حالت معلوم نہیں (نام معلوم ہے) تو مرسل روایت کیسے قابل ہوئی جبکہ اس کے راوی کا حال معلوم ہے نہ نام۔ (۴۳)

امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے مشہور قول کے مطابق مرسل روایت صحیح اور حجت ہے بشرطیکہ راوی تابعی ثقہ ہو، غیر ثقہ تابعی کی مرسل روایت حجت نہیں ہے کیونکہ ثقہ راوی کسی غیر ثقہ واسطہ کے بغیر نبی کریم ﷺ سے کوئی بات منسوب نہیں کر سکتا۔ امام ابو حنیفہ کے اصول سے یہ بات واضح ہوئی کہ مرسل صرف درج ذیل شرائط کے ساتھ قابل قبول ہے۔

(۱) صرف وہ مرسل قابل قبول ہے جس میں کسی تابعی نے صحابی کا نام لئے بغیر نبی کریم ﷺ سے کوئی بات

نقل کی ہو کہ تابعین کے دور میں جھوٹ اتنا عام نہیں ہوا تھا اور پھر کسی ثقہ تابعی سے یہ بات ممکن نہ تھی کہ وہ نبی کریم ﷺ سے کوئی بات غیر ثقہ واسطہ سے منسوب کرے گا۔

(۲) تابعین میں بھی ہر تابعی کی مرسل قابل نہیں بلکہ حنفی اصول الحدیث میں صرف ایسے ثقہ تابعین کی مرسل قابل قبول ہے جس کی ثقاہت و عدالت سے امام ابوحنیفہ اچھی طرح واقف تھے جن کے متعلق یقین کی حد تک انہیں معلوم تھا کہ وہ خلاف واقعہ بات نہیں کر سکتے۔

(۳) کسی غیر تابعی کی مرسل قابل قبول نہیں ہوگی اگرچہ اکثر تذکرہ نگار امام ابوحنیفہ کی طرف تبع تابعین کی مرسل حجیت بھی منسوب کرتے ہیں لیکن تابعین میں صرف ثقہ کی مرسل قبول کرنے کی قید کے ساتھ یہ سمجھنا قرین قیاس نہیں معدوم ہوتا کہ ارسال کی حجیت تبع تابعین تک پہنچی ہوگی۔

امام ابوحنیفہ کے جن اصول حدیث پر اب تک بحث ہو چکی ہے اور خصوصاً راوی کے ضبط پر جس طرح وہ زور دیتے ہیں اور خبر واحد کو جن شرائط کے ساتھ انہوں نے قبول کیا ہے راوی کے عدل و ضبط کی وہ تمام شرائط اس تابعی کے ساتھ بھی موجود ہیں جو صحابی کا نام لئے بغیر روایت نقل کر رہا ہے جب ایک شخص کی عدالت اور اس کے حفظ کی اس معیار پر جانچ کی جا چکی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اب اس روایت کو قبول کرنے میں کسی تامل سے کام لیا جائے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ اگر مرسل روایت کو حجت تسلیم کرتے ہیں تو اس حجیت کو ان شرائط سے علیحدہ کر کے نہ دیکھا جائے جو انہوں نے قبول روایت کے لئے عائد کی ہیں۔

امام ابوحنیفہ کے اصول حدیث - مختصر تعارف

امام ابوحنیفہ کے اصول الحدیث کو دیگر فقہاء کے اصول الحدیث سے موازنہ کیا جائے تو بات زیادہ نکھر کر سامنے آتی ہے اور حنفی اصول الحدیث کے امتیازات معلوم ہوتے ہیں۔

امام شافعی نے خبر واحد کی قبولیت کی حسب ذیل چار شرائط عائد کی ہیں۔

(الف) دینی اعتبار سے ثقہ الفنگلو میں سچا معروف ہو۔

(ب) حدیث کے الفاظ و معانی کو سمجھتا ہو، مترادفات اور متقاربات سے معنی میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں سے واقف ہو۔

(ج) روایت یاد ہو، صرف کتابت شدہ روایت ناقابل قبول ہے۔

(د) اس موضوع پر دیگر اہل علم کی حدیث کے مخالف نہ ہو۔ (۴۴)

ان شرائط پر غور کریں تو امام شافعی صرف حفظ روایت کو کافی سمجھتے ہیں جبکہ امام ابوحنیفہ کے ساتھ یہ قید بھی لگاتے ہیں کہ جس دن اس نے یہ روایت شیخ سے سنی ہے۔ اس روز سے روایت نقل کرنے تک برابر اسے یاد ہو خبر واحد کی قبولیت کے لیے امام ابوحنیفہ کی شرائط گذشتہ اوراق میں گذریں جبکہ امام مالک خبر واحد کے ساتھ تعامل اہل مدینہ کی موافقت کی شرط کافی سمجھتے ہیں جبکہ امام ابوحنیفہ نے خود راوی کے روایت کے مطابق عمل کی قید لگا کر روایت کی ثقاہت میں اضافہ کیا ہے کہ روایت نقل کرنے والا خود اگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ اس کے نزدیک روایت کی ثقاہت مشکوک ہے وگرنہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کا علم ہوا سے وہ اپنے تادمہ کے سامنے نقل کر رہا ہو لیکن خود عمل نہ کر رہا ہو یہ محدث کی شان کے خلاف ہے۔

حنفی اصول الحدیث - امتیازات

حنفی اصول الحدیث پر اس بحث کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے امتیازات بھی معلوم کئے جائیں اور ان پر کئے جانے والے بعض تبہروں پر بھی نظر ڈالی جائے ابوالکلام آزاد حنفی اصول الحدیث کے بارے میں تبہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین کو ان اختراعی اصول و قواعد کا وہم و خیال بھی نہ گذرا ہوگا“ (۴۵)

گویا آزاد یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بعد کے حنفی علماء نے جو اصول الحدیث وضع کر کے امام ابوحنیفہ سے منسوب کئے ہیں امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کو ان اصولوں کا وہم و خیال بھی نہ گزرا ہوگا حدیث کی صحت کے لئے بخاری و مسلم کے نام سے جو شرائط، جو اصول و قواعد اور جو ضوابط متاخرین نے بیان کئے ہیں ان میں سے ماسوائے ایک دو کے بخاری و مسلم سے صراحتہ منقول نہیں ہیں بلکہ علماء اصولیین فی الحدیث نے اس بات کو واضح طور پر بیان کیا ہے کہ جو شرائط امام بخاری و مسلم کی بیان کی جاتی ہیں وہ خود انہوں نے کہیں نہیں بیان کیں (۴۶) ان حضرات محدثین کے طرز عمل اور ان کی منقولہ روایات کے معیار کو دیکھ کر اگر قواعد و ضوابط تشکیل دیئے جاسکتے ہیں اور ان قواعد کو ان محدثین کی جناب منسوب کیا جاسکتا ہے تو پھر ائمہ مجتہدین کے طرز عمل کو دیکھتے ہوئے، قبول حدیث کے لئے ان کے طریقہ کو دیکھتے ہوئے، کچھ قواعد و ضوابط کیوں نہیں تشکیل دیئے جاسکتے اور ان ائمہ سے انہیں کیوں نہیں منسوب کیا جاسکتا ان اصولوں کے جو امتیازات سامنے آتے ہیں ان کو

حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) حنفی اصولوں کے مطابق دین متین کا اولین ماخذ قرآن کریم اور اس کے بعد دوسرا ماخذ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ یہ اصول ہر مقام اور ہر مرحلہ پر مد نظر رکھا جائے گا کہ قرآن کریم کا درجہ سنت سے فائق اور بلند تر ہے۔ چنانچہ حنفی اصول الحدیث میں کوئی ایسا اصول نظر نہیں آئے گا جس میں حدیث نبوی یا سنت رسول قرآن کریم سے فائق نظر آئے۔

(۲) سنت نبی کریم ﷺ کے ارشادِ گرامی، عمل یا تقریر کا نام ہے آپ سے جو بھی چیز منسوب کی جا رہی ہے وہ پوری حزم احتیاط سے اخذ کی جائے کہ اس بات کا امکان باقی نہ رہے کہ کوئی غلط بات یا ایسی بات کہ جس کی حفاظت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) خبر احاد اور مرسل روایات کو قبول کرتے وقت آپ دین کے مجموعی مزاج کو مد نظر رکھتے تھے اور جو روایت بھی اس مجموعی مزاج سے ہم آہنگ نظر نہ آتی اسے ترک کر دیتے۔

(۴) آپ نے کسی بھی مرحلہ اور موقع پر قیاس کو سنت تو درکنار فتاویٰ صحابہ پر بھی ترجیح نہیں دی۔

(۵) حنفی اصول الحدیث میں اس بات کو مد نظر رکھا گیا کہ خبر واحد کے ذریعہ قرآن کے کسی عام حکم کو خاص اور مطلق کو مقید نہیں کیا جاسکتا۔

(۶) حنفی اصول الحدیث کا امتیاز یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک ہی حدیث سے ملنے والے دو احکام کے الفاظ کے فرق کو مد نظر رکھا ہے۔ مثلاً فجر کا وقت شروع ہوتے ہی نوافل کی ادائیگی ناجائز ہو جاتی ہے جبکہ عصر کے وقت نوافل کی ادائیگی اس وقت تک ناجائز نہیں ہوتی جب تک نماز عصر ادا نہ کر لی جائے۔ عصر و فجر کے اوقات میں یہ فرق الفاظ حدیث کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے رکھا گیا ہے۔

(۷) حنفی اصول الحدیث کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ ان اصولوں پر رواۃ کے تحریری وثائق کی بجائے حافظ پر اعتماد زیادہ کیا جائے گا حتیٰ کہ تحریری وثیقہ موجود نہ ہونے کے باوجود بھی حدیث کا زبانی یاد ہونا ضروری ہے۔

(۸) اگر کوئی صحابی یوں کہے کہ ہمیں فلاں بات کا حکم دیا گیا، اکثر محدثین و فقہاء کے نزدیک یہ روایت مرفوع ہوگی جبکہ حنفی فقہاء کے نزدیک اس میں دیگر احتمالات بھی موجود ہیں۔

(۹) حنفی اصول الحدیث میں عدالتِ راوی کا بھی ایسا مفہوم متعین کیا گیا کہ جس سے نہ صرف یہ کہ کافر یا

فاسق راوی عدالت سے خارج ہو گئے بلکہ امت مسلمہ کے مسلمہ عقائد و نظریات کے خلاف نظریات رکھنے والے خصوصاً وہ لوگ جو کسی بھی درجہ صحابہ کرام کی تہلیل کے قائل ہیں بھی نکل گئے۔

(۱۰) حنفی اصول الحدیث پر غور کیا جائے تو ایک امتیاز یہ بھی سامنے آتا ہے کہ ایسے اصول مرتب کئے گئے کہ جن کی مدد سے حدیث کی صحت بھی ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہو نیز یہ کہ زیادہ سے زیادہ ذخیرہ حدیث سے استفادہ بھی کیا جاسکے ایسا نہ ہو کہ قبولیت حدیث کے لیے ایسی شرائط عائد کر دی جائیں کہ جس سے وسیع ذخیرہ حدیث معیار صحت سے نکل کر استفادہ سے خارج ہو جائے۔

فتلک عشرہ کاملہ

یہ حنفی اصول الحدیث کے چند امتیازات ہیں اللہ تعالیٰ ان فقہاء و محدثین کے علوم سے مستفید ہونے اور دین متین پر اخلاص نیت کے ساتھ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

حوالہ جات

- (۱) النساء، ۴: ۸۰
- (۲) ابن سعد، محمد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، دار اصدار، ۱۹۵۷ء، ج ۳: ص ۳۷۲
- (۳) تفصیلات کے لیے دیکھئے۔
- الف: سیوطی، جلال الدین عبدالرحمن، تدریب الراوی فی شرح تقریب النوادی، بیروت، دار احیاء السنۃ النبویہ، ۱۹۷۹ء، ج ۱: ص ۱۰۳۵
- ب: حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، معرفۃ علوم الحدیث، بیروت، دارالآفاق، ۱۹۸۰ء، ترتیب و تدوین، معظم حسین سید
- ج: خطیب محمد عجاج، السنۃ قبل التذوین، بیروت، دار الفکر، ۱۹۸۱ء، ص ۲۶۹
- (۴) کلبی، یوسف بن احمد، مناقب امام اعظم، حیدرآباد دکن، دائرہ معارف، ۱۳۲۱ھ، ج ۲: ص ۲۰۶
- (۵) ابن عبدالبر اندلسی، جامع بیان العلم وفضلہ، المدینۃ المنورہ، المکتبۃ العلمیہ،
- (۶) ذہبی، محمد بن عثمان، تذکرہ الحفاظ، حیدرآباد دکن، ۱۹۵۵ء، ج ۱: ص ۷۵
- (۷) حوالہ با!
- (۸) تلیح فہوم اہل الاثر، ص ۲۳۶

- (۹) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، قاہرہ، مطبع السعادة، ج ۱۳؛ ص ۳۳۳
- (۱۰) ذہبی تذکرہ (ترجمہ حافظ شیبانی)
- (۱۱) ابن عبدالبر اندلسی، الانتقاء ص ۱۳۳
- (۱۲) شعرانی، عبدالوہاب، المیزان الکبریٰ، مصر، ۱۲۷۹ھ
- (۱۳) ابو زہرہ، محمد، حیات ابی حنیفہ
- (۱۴) ایضاً
- (۱۵) ترمذی العلیل الصغیر، ج ۱۳؛ ص ۳۰۹
- (۱۶) ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، حیدرآباد دکن، دائرہ معارف، ج ۳؛ ص ۴۲۳
- (۱۷) مولانا ظفر احمد عثمانی نے مقدمہ اعلاء السنن (تواریخ علوم الحدیث) (طبع، ادارۃ القرآن کراچی) میں ان تمام شہادتوں کو جمع کیا ہے۔
- (۱۸) خضریٰ بک، محمد، اصول حدیث، ص ۲۱۶
- (۱۹) اشفاق الرحمن کاندھلوی، مولانا، الطیب الشذی فی شرح الترمذی، میرٹھ، مطبع خیر، ۱۳۲۴ھ؛ ص ۶
- (۲۰) سیوطی، تدریب، ج ۱؛ ص ۲۳۳
- (۲۱) خطیب بغدادی، الکفایۃ فی علم الراویۃ، حیدرآباد دکن، دائرہ معارف ۱۳۱۷ھ، ص ۲۷۰، ۷۱
- (۲۲) عثمانی، ظفر احمد مولانا، انجاء الوطن عن الازدراء بامام الزمن، کراچی ۱۳۸۷ھ ص ۳۲. عبدالقادر بن محمد، الجواهر المضية فی طبقات الحنفیہ، حیدرآباد دکن، دائرہ معارف ۱۳۲۲؛ صدیقی، محمد علی مولانا، امام اعظم اور علم حدیث، سیالکوٹ، دارالعلوم الشہابیہ، ۱۳۸۶ھ، ص ۵۱
- (۲۳) آمدی، ابو الحسن سیف الدین علی بن محمد، الاحکام فی اصول الاحکام، قاہرہ، مطبعۃ المعارف، ۱۹۱۳ء. ج ۲؛ ص ۸۷؛ غزالی، محمد بن محمد، المستصفیٰ من علم الاصول قاہرہ، مطبعۃ مصطفیٰ محمد، ۱۹۳۷ء، ج ۱؛ ص ۱۳۱

- (۲۳) الطحان، محمود الدكتور، تيسير مصطلح الحديث،
- (۲۵) خطيب، تاريخ بغداد، ج ۱۳: ص ۴۱۹
- (۲۶) نووي، تقريب النووي، ص ۳۰۷
- (۲۷) سيوطي، تدريب، ج ۱: ص ۳۰۶
- (۲۸) ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن الشهزوري، علوم الحديث (مقدمه ابن الصلاح) و مشق، دار الفكر، ۱۹۸۳ء تدوين و تعليق، عتر نور الادي اور الدكتور، ص ۸۳
- (۲۹) خطيب، الكفاية، ص ۱۳۶
- (۳۰) مقق، مناقب، ج ۱: ص ۱۹۷
- (۳۱) شعرائي، الميزان الكبرى، ج ۱ ص ۶۲
- (۳۲) خطيب كتاب مذکور، ص ۱۳۶
- (۳۳) ذهبي، محمد بن احمد ابو عبد الله، مناقب ابي حنيفة، قاهره، دار الكتاب العربي، ج ۱: ص ۶۲
- (۳۴) شاه ولي الله، حجة الله البالغة؛ ج ۱: ص ۱۳۱
- (۳۵) حسامي
- (۳۶) نيراس الساري
- (۳۷) كوثرى، محمد بن زاهد بن الحسن، تانيب الخطيب، كوئله، مكتبه اسلاميه ص ۲۲۳
- (۳۸) حواله بالا
- (۳۹) ملا علي قارى، شرح مسند امام ابو حنيفه
- (۴۰) نوادي، تقريب، ص ۳۱۰
- (۴۱) الطحان، تيسير مصطلح الحديث
- (۴۲) مسلم، الجامع الصحيح، ج ۵: ص ۱۳، كتاب البيوع
- (۴۳) نووي، شرح مسلم

(٣٣) وهبه الزحيلي، اصول الفقه الاسلامي

(٣٥) آزاد، ابو الكلام مولانا، تذكرة، ص ١٠٠

(٣٦) مقدسي، محمد بن طاهر ابو الفضل، شروط الائمة الستة، قاهره، مكتبة عاطف،

ماخذ ومصادر

القرآن الكريم

ابن حزم، الاحكام في اصول الاحكام، قاهره، ١٣٣٥ هـ

شاطبي، ابراهيم بن موسى، الموافقات، بيروت، دائره معارف

شافعي، محمد بن ادريس، الرساله، مصر، مصطفى البالي، ١٣٥٨ هـ، تحقيق و شرح،

احمد محمد شاكر.
